۱۹۶۵ء کے صدارتی انتخابات اور علمائے اہل سنت و جماعت کا موقف

مجیب احمد

۱۷ فروری ۱۹۶۰ء کو جنرل محمد ایوب خان (۱۹۰۷ء۔۱۹۷۴ء) نے پاکستان کے پہلے 'منتخب صدر' کی حیثیت سے راولپنڈی میں حلف اٹھایا جو اپنے ہی وضع کردہ بنیادی جمہوریتوں کے نظام کی بدولت ۹۵.۶ فیصد ووٹ لے کر 'منتخب' ہوئے تھے۔ صدر بننے کے بعد، ایوب خان نے ملک کے نئے آئین کی تیاری کے لیے ایک آئینی کمیشن تشکیل دیا۔ اس آئینی کمیشن کی رپورٹ پر یکم مارچ ۱۹۶۲ء کو نئے آئین کے نفاذ کا اعلان کیا گیا۔ جس کے تحت، بنیادی جمہوریتوں کے اراکین نے اپریل ۱۹۶۲ء کو قومی اسمبلی اور مئی ۱۹۶۲ء میں صوبائی اسمبلیوں کے ارکان کا انتخاب کیا[۱]۔

قومی اسمبلی کا افتتاحی اجلاس ۸ جون ۱۹۶۲ء کو راولپنڈی میں منعقد ہوا اور اسی دن ملک سے مارشل لاء ختم کر دیا گیا۔ ایوب خان نے ازسر نو صدر پاکستان کی حیثیت سے، نئے آئین کے تحت حلف اٹھایا۔ قومی اسمبلی کے سفارش کرنے پر جولائی ۱۹۶۲ء سے سیاسی جماعتوں پر، ۱۹۵۸ء سے عائد شدہ پابندیاں اٹھا لی گئیں اور آئندہ ہونے والے صدارتی اور قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات کے لیے بنیادی جمہوریتوں کے اراکین کو انتخابی ادارہ بنانے کی کثرت رائے سے منظوری دی گئی[۲]۔

۱۹۶۴ء کے آغاز سے ہی حزب مخالف کی سیاسی جماعتوں نے آئندہ صدارتی انتخابات کے لیے اپنی صف بندی شروع کر دی۔ جولائی ۱۹۶۴ء میں ملک کی پانچ سیاسی و دینی جماعتوں نے متحدہ حزب اختلاف (Combined Opposition Parties[۳]) کے نام سے ایک اتحاد قائم کیا اور ستمبر ۱۹۶۴ء میں کنونشن مسلم لیگ (۱۹۶۲ء) کے صدر، ایوب خان کے مقابلے میں، بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح (۱۸۷۶ء۔۱۹۴۸ء) کی ہمشیرہ محترمہ فاطمہ جناح (۱۸۹۳ء۔۱۹۶۷ء) کو صدارتی

انتخابات میں اپنی طرف سے امیدوار کے طور پر نامزد کیا[۴]۔

اکتوبر ۱۹۵۸ء کے مارشل لاء کے نفاذ سے پہلے، پاکستان کے علمائے اہل سنت و جماعت، مرکزی جمعیت العلمائے پاکستان (۱۹۴۸ء) کے پلیٹ فارم سے اپنی دینی، سیاسی اور سماجی سرگرمیوں کو جاری رکھے ہوئے تھے۔ مارشل لاء کے بعد جہاں، ملک کی تمام سیاسی و دینی جماعتوں کو کالعدم قرار دے دیا گیا، وہاں مرکزی جمعیت العلمائے پاکستان کالعدم قرار دیے جانے کے باوجود کافی حد تک مارشل لاء کے اثرات سے محفوظ رہی۔ کیونکہ جمعیت کی بنیادی حیثیت ایک دینی جماعت کی سی تھی۔ اس لیے اس نے مرکزی ادارہ تعمیر اہل سنت[۵] کے نام سے اپنی دینی، اصلاحی اور سماجی سرگرمیاں جاری رکھیں۔ علاوہ ازیں جمعیت کے رہنما مساجد، خانقاہوں اور مختلف دینی تقریبات میں شریک ہو کر، عوام سے اپنا تعلق اور رشتہ قائم رکھے ہوئے تھے۔

جولائی ۱۹۶۲ء میں جب سیاسی جماعتوں پر سے پابندیاں ختم کر دی گئیں تو ۵ اگست ۱۹۶۲ء کو لاہور میں دارالعلوم حزب الاحناف (۱۹۲۶ء) میں جید سنی علماء کا ایک اجلاس ہوا جس میں جمعیت کو بحال کرنے کا اصولی طور پر فیصلہ کیا گیا۔ اجلاس میں مولانا عبدالحامد بدایونی (۱۹۰۰ء - ۱۹۷۰ء) کو مرکزی جمعیت العلمائے پاکستان کا صدر اور صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ (۱۹۱۱ء - ۱۹۸۴ء) کو مغربی پاکستان جمعیت العلمائے پاکستان کا صدر چنا گیا[۶]۔

تحریک پاکستان کے دوران علمائے اہل سنت و جماعت نے آل انڈیا مسلم لیگ (۱۹۰۶ء) کے ساتھ آل انڈیا سنی کانفرنس (۱۹۲۵ء) کے پلیٹ فارم سے ہر ممکن تعاون کیا اور مسلمانان ہند کو نظریہ پاکستان اور مطالبہ پاکستان کی افادیت اور اہمیت سے کما حقہ آگاہ کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے مسلم رائے عامہ کو مسلم لیگ اور مطالبہ پاکستان کے حق میں ہموار اور منظم بھی کیا۔ قیام پاکستان کے بعد، علمائے اہل سنت و جماعت نے مرکزی جمعیت العلمائے پاکستان کی تشکیل کی اور قیام پاکستان سے قبل کی طرح، پاکستان کو اسلامی، جمہوری اور فلاحی ریاست بنانے کے لیے، پاکستان مسلم لیگ (۱۹۴۷ء) سے ہر ممکن حد تک تعاون کیا۔ اگرچہ علمائے اہل سنت اس بات پر سخت نالاں تھے کہ مسلم لیگ، تحریک پاکستان کے دوران پیش کردہ ان کی تمام قربانیوں اور خدمات کو نظرانداز کر رہی ہے اور پاکستان کے آئینی، سیاسی اور سماجی ڈھانچے میں ان کو کوئی حیثیت

اور مقام نہیں دے رہی ہے [۷]۔ تاہم ان حالات کے باوجود، علمائے اہل سنت اور جمعیت کے رہنما ۱۹۶۰ء کے اوائل تک حکومت وقت کے ساتھ تعاون کرتے رہے۔

حکومت وقت کے ساتھ علمائے اہل سنت کے خوشگوار تعلقات اس وقت خراب ہوئے جب ۱۹۶۱ء میں ایوب خان نے مسلم فیملی لاز آرڈیننس [۸] جاری کیا اور بعد ازاں محکمہ اوقاف قائم کیا۔ محکمہ اوقاف کے ذریعے حکومت نے مساجد، مزارات اور درگاہوں کو اپنی تحویل میں لے لیا تھا۔ مساجد، مزارات اور درگاہیں، جہاں علمائے اہل سنت کے لیے آمدنی کا مؤثر ذریعہ تھیں وہیں ان علمائے کرام کے معاشرتی اور سماجی مقام کا تعین بھی انہی سے ہوتا تھا۔ چنانچہ حکومت کے ان اقدامات کی مخالفت کرنا ایک فطرتی عمل تھا۔ علامہ محمد عبدالغفور ہزاروی (۱۹۱۰ء - ۱۹۷۰ء) تو یہاں تک کہتے تھے کہ محکمہ اوقاف قائم کرکے ایوب خان نے پاکستان میں سوشلزم کی بنیاد رکھ دی ہے اور اسلام کو قومیا لیا ہے [۹]۔

مسلم فیملی لاز آرڈیننس اور محکمہ اوقاف کے قیام کے بعد علمائے اہل سنت کی عظیم اکثریت ایوب خان کے خلاف ہو گئی تھی [۱۰]۔ تاہم ۱۹۶۵ء کے صدارتی انتخابات کے موقع پر علمائے اہل سنت نے روایتی طور پر ایوب خان اور حکومت وقت کی حمایت کرنا شروع کر دی تھی۔ مرکزی جمعیت العلمائے پاکستان، خاص طور پر مغربی پاکستان جمعیت العلمائے پاکستان کے رہنما انتخابات میں ایک عورت کے بطور امیدوار سامنے آنے کے سخت مخالف تھے۔ ان کی مخالفت کی بنیادی وجہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی وہ حدیث تھی جس میں ارشاد ہوا ہے کہ "لن یفلح قوم ولوا امر ہم امرأۃ" (ترجمہ: وہ قوم کبھی فلاح نہیں پائے گی جس نے اپنا حاکم و والی عورت کو بنایا)۔ پیر گل بادشاہ سجادہ نشین موہڑہ شریف (مری)، مولانا عبدالحامد بدایونی [۱۲] اور مولانا ابو البرکات سید احمد قادری (۱۹۰۶ء - ۱۹۷۸ء) نے فتاویٰ [۱۳] جاری کیے کہ عورت سربراہ مملکت نہیں بن سکتی [۱۴]۔

۵ دسمبر ۱۹۶۴ء کو مغربی پاکستان جمعیت اور مرکزی جمعیت المشائخ پاکستان (۱۹۶۳ء) کی مجالس عاملہ کا مشترکہ اجلاس، دارالعلوم حزب الاحناف، لاہور میں منعقد ہوا۔ اجلاس کی صدارت مولانا ابو البرکات سید احمد قادری نے کی۔ اجلاس میں مولانا سید احمد سعید کاظمی (۱۹۱۳ء - ۱۹۸۶ء) کی پیش کردہ ایک قرارداد کی متفقہ طور پر منظوری دی گئی جس میں کہا گیا تھا کہ علماء و مشائخ کا یہ

اجلاس مفتی اعظم پاکستان مولانا ابو البرکات قادری کے اس فتویٰ کی تائید و توثیق کرتا ہے جس میں انہوں نے از روئے قرآن و حدیث و اجماع امت یہ واضح کیا ہے کہ عورت کو صدر مملکت بنانا یا اس عہدہ پر اس کو فائز کرنا حرام و ناجائز ہے اور ملک و قوم کی تباہی و بربادی کا باعث ہے [15]۔ صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ نے اجلاس میں ایک قرارداد پیش کرتے ہوئے ایوب خان کی ان خدمات کو خراج تحسین پیش کیا جو انہوں نے ملک کے استحکام و تحفظ کے سلسلہ میں سرانجام دی ہیں۔ قرارداد میں ایوب خان کی حمایت کا اعادہ کرتے ہوئے، بنیادی جمہوریتوں کے تمام اراکین سے اپیل کی گئی کہ وہ ملک و ملت کی فلاح و بہبود اور ترقی کے لیے ایوب خان کو کامیاب بنائیں [16]۔

۵ دسمبر کی رات کو لاہور میں دو روزہ آل پاکستان سنی اور تبلیغی کانفرنس شروع ہوئی۔ ایوب خان کے حق میں علمائے اہل سنت کی حمایت کا یہ بھرپور مظاہرہ تھا۔ کانفرنس میں مغربی پاکستان کے چھ سو سے زائد علمائے کرام اور مشائخ عظام کے علاوہ ہزاروں افراد نے شرکت کی۔ کانفرنس کے پہلے اجلاس کی صدارت پیر عبدالمجید آف دیول شریف نے کی۔

صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ نے کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ محترمہ فاطمہ جناح کو مادر ملت [17] کہنا شرعی لحاظ سے غلط ہے۔ کیونکہ یہ خطاب صرف امہات المومنین کے لیے خاص ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارا جھگڑا کسی سیاستدان سے نہیں بلکہ ایک ملا [مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی (۱۹۰۳ء۔۱۹۷۹ء)] سے ہے جو عورت کی حکمرانی کو جائز قرار دیتا ہے [18]۔ صاحبزادہ فیض الحسن شاہ نے مولانا مودودی کو عورت کی حکمرانی کے مسئلہ پر مناظرہ کا چیلنج کرتے ہوئے کہا کہ تحریک پاکستان کے دوران مولانا مودودی قائداعظم کے خلاف تھے اب یہ عجیب بات ہے کہ وہ قائداعظم کی بہن کی حمایت کر رہے ہیں۔ صاحبزادہ صاحب نے دعویٰ کیا کہ پاکستان کے دشمن، امریکہ کے ایجنٹ، پختونستان کے حامی اور بھارت کے پٹھو پاکستان کے خلاف سازشیں کر رہے ہیں اور محترمہ جناح انہی عناصر کی نامزد کردہ صدارتی امیدوار ہیں۔ صاحبزادہ فیض الحسن شاہ نے انکشاف کیا کہ ایوب خان تعزیرات پاکستان کو اسلام کی روشنی میں از سر نو ترتیب دینا چاہتے ہیں اور وہ عائلی قوانین کے بارے میں بھی اسلامی مشاورتی کونسل سے رائے لینے کا اعلان کر چکے ہیں۔ اس لیے علمائے اہل سنت، ایوب خان کی حمایت کا اعلان کرتے ہیں [19]۔ پیر آف دیول شریف نے اپنے صدارتی خطبہ میں

فتویٰ دیا کہ عورت کا صدر مملکت بننا تو کجا اس کو ووٹ دینا بھی حرام ہے ۔ انہوں نے عورت کی حکمرانی کے مسئلہ پر مولانا مودودی کو مباہلہ کا چیلنج دیا [۲۰] ۔

کانفرنس کے دوسرے اجلاس کی صدارت مولانا ابو البرکات قادری نے کی ۔ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے مولانا غلام علی اوکاڑوی نے مولانا مودودی پر الزام عائد کیا کہ وہ اسلام کو اپنی تحریروں اور تقریروں کے ذریعے نقصان پہنچا رہے ہیں ۔ مولانا اوکاڑوی کے بقول ، مولانا مودودی آج سے ایک سال قبل پردہ کے حامی تھے لیکن آج وہ عورت کو کھلے عام بازار میں پھرانے کے قائل ہو گئے ہیں [۲۱] ۔

۶ دسمبر کو آل پاکستان سنی وتبلیغی کانفرنس کے اجلاس کی صدارت پیر علی حسین شاہ سجادہ نشین علی پور سیداں شریف نے کی ۔ اجلاس میں متعدد قراردادیں منظور کی گئیں ۔ جن میں مطالبہ کیا گیا کہ ملک کے قوانین کو کتاب وسنت کے مطابق بنایا جائے ، مسلم عائلی قوانین میں کتاب و سنت کے مطابق ترامیم کی جائیں ، اسلامی مشاورتی کونسل سمیت دیگر اداروں میں اہل سنت کو ان کی آبادی کے تناسب سے نمائندگی دی جائے اور محکمہ اوقاف کا انتظام مرکزی جمعیت العلمائے پاکستان اور مرکزی جمعیت المشائخ پاکستان کے حوالے کیا جائے [۲۲] ۔ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ نے دعویٰ کیا کہ ایوب خان آمر نہیں بلکہ انہوں نے ملک میں صحیح معنوں میں جمہوریت قائم کر کے یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ جمہوریت کے علمبردار ہیں [۲۳] ۔

اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے مغربی پاکستان جمعیت العلمائے پاکستان کے ناظم اعلیٰ علامہ سید محمود احمد رضوی نے کہا کہ کانفرنس کے انعقاد کا مقصد اسلامی نظریہ کی وضاحت کرنا ہے اب اگر اس وضاحت سے برسر اقتدار پارٹی کو فائدہ پہنچتا ہے تو اس سے غلط تاثر نہیں لینا چاہیے ۔ انہوں نے کہا کہ کچھ لوگوں نے اپنی مرضی کے مطابق حدیث نبویؐ میں ترامیم کر دی ہیں اور ابدی اور غیر ابدی اصولوں کا نظریہ پیش کیا ہے ۔ جبکہ اسلام کے تمام اصول ابدی ہیں اور ان میں ترامیم نہیں ہو سکتیں ۔ ایوب خان کی حمایت کے سلسلے میں جمعیت کے موقف کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ رضوی نے کہا کہ اس کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ از روئے قرآن وحدیث و اجماع امت عورت کو امیر بنانا ممنوع ہے اور اس مسئلے پر ملک کے علماء ومشائخ متحد و متفق ہیں ۔ اور جو دو چار افراد مخالف رائے رکھتے ہیں وہ بھی محترمہ فاطمہ جناح کے امیدوار بننے سے قبل عدم جواز کے ہی قائل تھے ۔ علامہ رضوی نے اس بات پر زور دیتے ہوئے کہا کہ اگر متحدہ حزب اختلاف اسلام کو بیچ

میں نہ لاتے اور محض سیاسی و دنیاوی لحاظ سے محترمہ جناح کی حمایت کرتے تو آج جمعیت کو مسئلہ صدارت میں اس قدر سرگرمی کے ساتھ اظہار رائے کی ضرورت پیش نہ آتی۔ مگر یہ لوگ انصاف و دیانت کو خیرباد کہہ کر اب نفس مسئلہ ہی کو غلط بتا رہے ہیں اور تاویل و تحریف کے ذریعے قرآن و حدیث کی نصوص میں ردوبدل کر کے گمراہیوں کے دروازے کھول رہے ہیں۔ اس لیے امر حق کی وضاحت کے لیے علمائے اہل سنت کو میدان میں آنا پڑا ہے [۲۴]۔ علامہ رضوی نے اس بات کی وضاحت کی کہ ہم ایوب خان کی حمایت صرف مرد ہونے کی وجہ سے اور ان شرائط کے ساتھ کر رہے ہیں کہ انہوں نے پاکستان میں رائج خلاف اسلام قوانین کو علماء کے مشورے سے اسلامی بنانے کا وعدہ کیا ہے [۲۵]۔ علامہ رضوی نے خبردار کیا کہ اگر ایوب خان نے اپنا وعدہ پورا نہ کیا تو ہم اسلامی اقدار کے تحفظ، اسلامی قانون کے نفاذ اور خلاف شرع امور کی تنسیخ کے لیے اپنی جدوجہد جاری رکھیں گے۔ تاہم ہمارا طریق کار باغیانہ اور معاندانہ نہ ہوگا [۲۶]۔

ایوب خان اپنی سیاسی زندگی کے اس اہم اور نازک دور میں علمائے اہل سنت و جماعت اور مشائخ عظام کی اس واضح اور دوٹوک حمایت سے بہت مطمئن تھے۔ اگرچہ ان انتخابات سے پہلے اور بعد میں بھی، اسلام اور علمائے کرام کے بارے میں ایوب خان کے خیالات روایتی نہیں تھے۔ تاہم انتخابات میں کامیابی کے لیے ایوب خان نے، علمائے کرام کی ایک شرعی مسئلہ کی وجہ سے اپنی حمایت کرنے کو غنیمت جانا اور ان سے اپنے تعلقات کو مزید بہتر بنانے کی ہر ممکن کوششیں کیں اور کئی وعدے کیے۔ پیر آف دیول شریف [۲۷] اور پیر ابو جعفر محمد صالح آف سرسینہ شریف سے ایوب خان کے ذاتی تعلقات تھے۔ اپنی انتخابی مہم کے دوران ایوب خان نے داتا دربار (لاہور) پر حاضری دی جہاں ان کی دستار بندی کی گئی۔ بعد ازاں انہوں نے خانقاہ سرسینہ شریف میں بھی حاضری دی [۲۸]۔

علمائے اہل سنت و جماعت کی محترمہ فاطمہ جناح کی مخالفت شرعی اعتبار سے تھی کہ ازروئے قرآن وحدیث عورت کسی ملک کی سربراہ نہیں بن سکتی۔ تاہم بعض علمائے اہل سنت نے محترمہ فاطمہ جناح کی حمایت سیاسی طور پر کی جس طرح متحدہ حزب اختلاف میں شامل دینی جماعتیں کر رہی تھیں۔ ان علمائے اہل سنت میں نمایاں نام، علامہ محمد عبدالغفور ہزاروی [۲۹] اور مغربی پاکستان جمعیت العلمائے پاکستان کے نائب صدر صاحبزادہ محمود شاہ گجراتی (۱۹۲۲ء - ۱۹۸۷ء) کے ہیں۔ نومبر ۱۹۶۴ء میں گجرات میں ایک کانفرنس، زیر صدارت صاحبزادہ محمود شاہ گجراتی منعقد ہوئی۔

کانفرنس میں مفتی بشیر حسین صدر جمعیت العلمائے پاکستان گوجرانوالہ نے محترمہ فاطمہ جناح کی حمایت میں قرارداد پیش کی۔ جسے کانفرنس کے شرکاء نے اتفاق رائے سے منظور کر لیا[۳۰]۔ قرارداد میں کہا گیا کہ جمعیت کا یہ نمائندہ اجلاس اپنے اس مؤقف کا اعلان کرتا ہے کہ جمعیت ملک میں اسلامی نظام حیات اور اسلامی قوانین کا مکمل نفاذ چاہتی ہے اور یہ مقصد اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا جب تک ملک میں صحیح جمہوری فضا قائم نہ ہو۔ کیونکہ آمریت[۳۱] اور ملوکیت کبھی اسلام کو قبول نہیں کر سکتیں۔ قرارداد میں اس بات کی وضاحت کی گئی کہ اراکین اجلاس نے دونوں امیدواروں کے منشور کا بغور مطالعہ کیا ہے اور ساتھ ہی ان کی نظر، ایوب خان کے چھ سالہ دور حکومت پر بھی ہے۔ تمام حالات کے مشاہدے کے بعد یہ اجلاس اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ ملک میں جمہوریت کی بحالی اور نتیجتاً اسلامی آئین کا نفاذ اور اسلامی اقدار حیات کا فروغ صرف اس صورت میں ممکن ہے کہ موجودہ انتخابات میں محترمہ جناح کو کامیابی حاصل ہو۔ اس لیے جمعیت پوری ذمہ داری کے ساتھ، محترمہ جناح کو اپنے مذکورہ بالا اسلامی مقاصد کے پیش نظر، کامل حمایت کا یقین دلاتی ہے[۳۲]۔ ایک اور قرارداد میں کہا گیا کہ جمعیت کا یہ اجلاس کسی ایسے شخص کی حمایت کرنے سے معذور ہے جس کی سرکردگی میں ایسے قانون رائج کیے گئے ہیں جو شریعت اسلامیہ سے متصادم ہیں۔ ان قوانین میں وقف، میراث اور نکاح و طلاق کے اسلامی مفہوم کو بالکل تبدیل کر کے اس کے خلاف قوانین رائج کیے گئے ہیں۔ ایک اور قرارداد میں ایوب خان کی حمایت کرنے پر صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ کو مغربی پاکستان جمعیت العلمائے پاکستان کی سربراہی سے الگ کر دیا گیا اور ان کی جگہ صاحبزادہ محمود شاہ گجراتی کو صدر بنا دیا گیا۔ قرارداد میں صاحبزادہ فیض الحسن پر جمعیت کے آئین اور مقاصد کی خلاف ورزی کرنے اور ایوب خان سے ساز باز کرنے کا الزام بھی عائد کیا گیا[۳۳]۔

صاحبزادہ محمود شاہ گجراتی کا محترمہ فاطمہ جناح کی حمایت کرنا اور مفتی اعظم پاکستان مولانا ابو البرکات قادری کے فتویٰ کو رد کر دینا، علمائے اہل سنت و جماعت کو سخت ناگوار گذرا۔ دسمبر ۱۹۶۴ء میں لاہور میں ہونے والی آل پاکستان سنی و تبلیغی کانفرنس کے ایک اجلاس میں ایک قرارداد منظور کی گئی جس کے مطابق، جمعیت کی مرکزی مجلس عاملہ نے متفقہ طور پر صاحبزادہ گجراتی کو جمعیت کی بنیادی رکنیت سے خارج کر دیا۔ ان پر الزام عائد کیا گیا کہ صاحبزادہ گجراتی نے جماعتی فیصلوں کی مسلسل خلاف ورزی کی، اخبارات میں مخالفانہ بیانات دیے، مفتیان اہل سنت کے فتاویٰ سے اختلاف کیا اور مولانا مودودی اور کمیونسٹ قسم کے لوگوں سے اتحاد کر لیا ہے[۳۴]۔

لاہور کانفرنس سے ایک روز قبل صاحبزادہ محمود شاہ گجراتی، جنہیں کانفرنس میں شرکت کی دعوت نہیں دی گئی تھی، نے اپنے ایک بیان میں اس کانفرنس کو غیر آئینی قرار دیا تھا۔ انہوں نے صاحبزادہ فیض الحسن شاہ پر الزام لگایا کہ انہوں نے حکومت کے ساتھ معاہدے کر رکھے ہیں جو ان کے ذاتی ہیں اور وہ ان معاہدوں کو پورا کرنے کے لیے علمائے اہل سنت اور جمعیت کو استعمال کر رہے ہیں۔ صاحبزادہ گجراتی نے صاحبزادہ فیض الحسن شاہ کے ماضی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ احراری ہونے کے ناطے، وہ قیام پاکستان کے مخالف تھے[۳۵]۔ صاحبزادہ محمود شاہ گجراتی انتخابات کے دوران گجرات میں محترمہ فاطمہ جناح کے الیکشن ایجنٹ مقرر ہوئے[۳۶] اور یوں محترمہ جناح کے حق میں اپنی عملی حمایت کا برملا اظہار کیا۔

۲ جنوری ۱۹۶۵ء کو ووٹ ڈالے گئے۔ شام کو نتائج کا اعلان کیا گیا جس کے مطابق ایوب خان نے ۶۳.۳۱ فیصد اور محترمہ فاطمہ جناح نے ۳۶.۳۶ فیصد ووٹ حاصل کیے[۳۷]۔ انتخابات میں ایوب خان کی کامیابی پر اظہار اطمینان کرتے ہوئے علمائے اہل سنت نے اپنے جذبات کا اظہار کیا کہ

> اللہ عزوجل کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے اپنے حبیب مکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں فیلڈ مارشل محمد ایوب خان صاحب کو کامیابی اور کامرانی عطا فرمائی۔ اور ان کی کامیابی کے ساتھ ملک ایک عظیم اور نہایت ہی خطرناک فتنہ سے محفوظ ہو گیا[۳۸]۔

ایوب خان کو انتخابات میں کامیابی پر مبارک باد دیتے ہوئے علمائے اہل سنت نے اس توقع کا اظہار کیا کہ ایوب خان علمائے کرام سے کیے ہوئے وعدوں کو ہر ممکن طریقہ پر پورا کریں گے۔ عائلی قوانین میں قرآن و حدیث کے مطابق ترمیم اور غیر شرعی قوانین کی تنسیخ، اسلامی اقدار کے تحفظ اور نظام اسلامی کے قیام کے سلسلہ میں کوششیں کریں گے۔[۳۹] اس موقع پر جمعیت نے اپنی پالیسی کا اعادہ کیا کہ اس کے نزدیک ملک کے استحکام و بقا اور تحفظ کے لیے ایوب خان کی کامیابی ضروری تھی مزید یہ کہ شرعی لحاظ سے بھی ان کی کامیابی ضروری تھی۔ جمعیت نے اپنے تمام رفقاء، اراکین و معاونین اور علمائے کرام و مشائخ عظام کا شکریہ ادا کیا جنہوں نے جمعیت کے موقف کی تائید کی اور انتخابات میں ایوب خان کی حمایت کی[۴۰]۔

۱۹۶۵ء کے صدارتی انتخابات پاکستان کی سیاسی تاریخ کے منفرد انتخابات تھے۔ جن میں دنیا کی تاریخ میں پہلی مرتبہ ایک خاتون صدر کے عہدے کے لیے انتخابات میں حصہ لے رہی تھی۔ یہ واقعہ دنیائے اسلام کے لیے بھی منفرد تھا۔ چنانچہ یہ انتخابات ملک کی دینی جماعتوں کے لیے ایک

آزمائش سے کم نہ تھے کہ آیا وہ ایک 'آمر' مرد کی حمایت کرتی ہیں یا ایک جمہوریت پسند خاتون کی؟ ملک کی تمام دینی جماعتیں اصولی طور پر اس بات پر متفق تھیں کہ ازروئے قرآن و حدیث کوئی عورت کسی ملک کی سربراہ نہیں بن سکتی۔ تاہم ان جماعتوں میں سے بعض، خاص طور پر جماعت اسلامی پاکستان (۱۹۴۱ء) اور اس کے امیر، اس مسئلہ کو سیاسی رنگ دے رہے تھے۔ جو علمائے اہل سنت محترمہ فاطمہ جناح کی حمایت کر رہے تھے وہ بھی اس مسئلہ کو سیاسی حیثیت سے دیکھ رہے تھے ان کے نزدیک ملک کی موجودہ سیاسی صورت حال میں ایوب خان کے مقابلے میں محترمہ فاطمہ جناح کے علاوہ کوئی اور موزوں امیدوار نہیں ہو سکتا تھا اس کے برعکس، علمائے اہل سنت و جماعت کی عظیم اکثریت کے نزدیک شریعت سیاست کے تابع نہیں بلکہ سیاست دین کے تابع ہے۔ اس لیے شرعی اعتبار سے محترمہ فاطمہ جناح کی مخالفت ضروری ہے۔ علمائے اہل سنت کی اس شرعی مخالفت کا فائدہ ایوب خان کو پہنچا اور اس کی بنیادی وجہ ایوب خان کے مقابلے میں محترمہ فاطمہ جناح کا انتخابات لڑنا تھا اگر ایوب خان کے مقابلے میں کوئی مرد انتخابات لڑتا تو علمائے اہل سنت و جماعت کا فیصلہ مختلف ہوتا۔ بہرحال ۱۹۶۵ء کے صدارتی انتخابات میں، علمائے اہل سنت و جماعت نے بنیادی طور پر ایک خاتون کی مخالفت کی، جس کے وہ، ازروئے قرآن و حدیث مکلف تھے۔

حوالہ جات

۱- Mohammad Ayub Khan, Friends Not Masters : A Political Autobiography, London, 1967, pp.227, 229.

۲- ایضاً، ص ۲۳۰-۲۳۱- ۱۹۶۵ء کے صدارتی انتخابات کے لیے اکتوبر- نومبر ۱۹۶۴ء کو بنیادی جمہوریتوں کے اراکین کے لیے نئے انتخابات ہوئے تھے۔

۳- متحدہ حزب اختلاف میں شامل سیاسی و دینی جماعتوں کے نام تھے۔ کونسل مسلم لیگ، جماعت اسلامی پاکستان، نظام اسلام پارٹی، عوامی لیگ اور نیشنل عوامی پارٹی۔

M.Rafique Afzal, Political Parties In Pakistan : 1958 - 1969, Islamabad, 1987,p.132-

ایوب خان اور محترمہ فاطمہ جناح کے علاوہ دو اور افراد، میاں بشیر احمد اور کے۔ ایم کمال آزاد امیدوار کی حیثیت

سے صدارتی انتخابات میں حصہ لے رہے تھے۔

۵۔ ہفت روزہ جمعیت، لاہور، ۲۰ اگست ۱۹۶۸ء، ص ۳۔

۶۔ ماہنامہ رضوان، لاہور، اگست ۱۹۶۲ء، ص ۳۔۵۔

۷۔ محمد احمد قادری، روئداد: مرکزی جمعیت العلمائے پاکستان: لاہور، لاہور، ۱۹۴۹ء، ص ۹۔۱۳۔

۸۔ مسلم فیملی لاز آرڈیننس پر تمام مکاتب فکر کے علمائے کرام کے تبصرے کے لیے دیکھیں۔ ماہنامہ میثاق، لاہور، اگست ۱۹۸۹ء، ص ۳۳۔۴۷۔ اس تبصرے پر علمائے اہل سنت کی طرف سے مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری، علامہ سید محمود احمد رضوی، مولانا سید خلیل احمد قادری اور مولانا محمد عبدالستار خان نیازی نے دستخط کیئے تھے۔

۹۔ ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور، نومبر ۱۹۷۰ء، ص ۳۰۔۳۲۔

۱۰۔ مفتی احمد یار خان گجراتی نے مسلم فیملی لاز آرڈیننس کی حمایت کی تھی۔ ماہنامہ ماہ طیبہ، کوٹلی لوہاراں، سیالکوٹ، اگست ۱۹۶۲ء، ص ۷۔

۱۱۔ ابو عبداللہ امام بخاری، صحیح بخاری (جلد دوم) کراچی، س۔ن، ص ۶۹۴۔

۱۲۔ مولانا عبدالحامد بدایونی نے ۲۶ دسمبر ۱۹۶۴ء کو فتویٰ جاری کیا جس پر کراچی کے دیگر علمائے اہل سنت نے بھی دستخط کیئے تھے۔

Mushtaq Ahmad, Politics without Social Change, Karachi, 1971, p.121

۱۳۔ شعبہ نشرو اشاعت جمعیت العلمائے پاکستان لاہور، کیا اسلام میں عورت سربراہ مملکت ہو سکتی ہے؟ مفتی اعظم پاکستان کا فتویٰ، لاہور، ۱۹۶۴ء، ص ۳۔۸۔ اس فتویٰ پر پانچ سو علمائے کرام اور مشائخ عظام نے تائیدی دستخط کیئے۔ جن میں نمایاں نام یہ ہیں۔ پیر فضل عثمان مجددی فاروقی، علامہ سید احمد سعید کاظمی، علامہ مفتی عبدالمصطفیٰ الازہری، علامہ محمد نور اللہ بصیر پوری، علامہ مفتی احمد یار خان گجراتی، مفتی محمد عمر نعیمی، صاحبزادہ فیض الحسن شاہ، علامہ مفتی محمد ظفر علی نعمانی، مفتی محمد اعجاز ولی خان، علامہ سید محمود احمد رضوی، مولانا ابوالفضل غلام علی اوکاڑوی، صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری اور مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی۔

۱۴۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ متحدہ حزب اختلاف کے نو نکاتی پروگرام میں یہ وعدہ کیا گیا تھا کہ انتخابات میں کامیابی کے بعد ملک میں وفاقی، پارلیمانی طرز حکومت رائج کیا جائے گا جس میں صدر کے اختیارات کم ہوں گے۔ شعبہ نشرو اشاعت مرکزی کمیٹی متحدہ حزب اختلاف، متحدہ حزب اختلاف کا مشترکہ اعلامیہ اور نو نکاتی پروگرام، ج۔ن، ۱۹۶۴ء، ص ۵۔ علمائے کرام میں عورت کی حکمرانی کے مسئلہ پر اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک عورت صرف سربراہ مملکت نہیں بن سکتی، سربراہ حکومت ہو سکتی ہے۔ جبکہ بعض کے نزدیک عورت مطلقاً حکمرانی کی

اہل نہیں۔ عورت کی حکمرانی کے بارے میں بحث کے لیے دیکھیں۔ جاوید جمال ڈسکوی، اسلام اور عورت کی حکومت، لاہور، ۱۹۹۱ء، مشیر الحق، عورت کی حکمرانی جائز ہے، راولپنڈی، ۱۹۸۹ء، عطا محمد بندیالوی، عورت کی حکمرانی، ج۔ن، ۱۹۹۰ء اور کوثر نیازی، کیا عورت صدر مملکت بن سکتی ہے؟، لاہور، ۱۹۶۴ء

۱۵۔ رضوان، لاہور، جنوری ۱۹۶۵ء، ص ۸

۱۶۔ ایضاً، ص ۸۔

۱۷۔ محترمہ فاطمہ جناح کو تحریک پاکستان کے دوران گراں قدر خدمات سرانجام دینے پر قیام پاکستان کے بعد 'خاتون پاکستان' کا خطاب دیا گیا۔ بعد ازاں صدارتی انتخابات کے موقع پر انہیں 'مادر ملت' کا خطاب دیا گیا۔ آغا حسین ہمدانی، فاطمہ جناح: حیات و خدمات، اسلام آباد، ۱۹۷۸ء، ص ۱۷۲-۱۷۳۔

۱۸۔ ۱۹۶۵ء کے صدارتی انتخابات کے دوران، جماعت اسلامی اور اس کے امیر مولانا مودودی، علمائے اہل سنت و جماعت کی مخالفت کا اصل نشانہ تھے۔ انتخابات کے بارے میں امیر جماعت اسلامی کے مؤقف اور جماعت اسلامی کے کردار کی تفصیلات کے لیے دیکھیں۔ شعبہ نشر و اشاعت جمعیت المشائخ پاکستان، عورت کی صدارت: حزب اختلاف اور تھانوی صاحب اور مودودی صاحب، لاہور، ۱۹۶۴ء، ص ۹-۱۴، جاوید جمال ڈسکوی، مصدر سابق، ص ۱۴۰-۱۵۴، کوثر نیازی، جماعت اسلامی عوامی عدالت میں، لاہور، ۱۹۷۳ء، ص ۲۰-۳۰ اور ابو الاعلیٰ مودودی، رسائل و مسائل (حصہ چہارم) لاہور، ۱۹۷۹ء، ص ۲۵۶-۲۶۱۔

۱۹۔ روزنامہ مشرق، لاہور، ۶ دسمبر ۱۹۶۴ء۔ گجرات میں ایک انتخابی جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے ایوب خان نے اس رائے کا اظہار کیا تھا کہ پاکستان کا ہر قانون شریعت کے مطابق ہونا چاہیے۔ انہوں نے اعلان کیا کہ وہ عائلی قوانین میں ترمیم کے لیے تیار ہیں۔ ایوب خان نے مزید کہا کہ وہ صدر پاکستان کی حیثیت سے سادہ کاغذ پر دستخط کرنے کو تیار ہیں کہ اسمبلی شریعت کے مطابق جو قانون بنانا چاہے، بنائے۔ انہوں نے ان الزامات کی بھی سختی سے تردید کی کہ وہ قادیانی ہو گئے ہیں۔ ایضاً، ۱۹ اکتوبر ۱۹۶۴ء

۲۰۔ روزنامہ کوہستان، لاہور، ۷ دسمبر ۱۹۶۴ء

۲۱۔ مشرق، لاہور، ۷ دسمبر ۱۹۶۴ء

۲۲۔ رضوان، لاہور، جنوری ۱۹۶۵ء، ص ۹-۱۱۔

۲۳۔ مشرق، لاہور، ۸ دسمبر ۱۹۶۴ء

۲۴۔ رضوان، لاہور، جنوری ۱۹۶۵ء، ص ۴-۵۔ ۱۹۶۵ء کے صدارتی انتخابات کے دوران علمائے اہل سنت و جماعت اور دیگر فرقوں کے علمائے کرام نے، جماعت اسلامی اور مولانا مودودی پر جس طرح تنقید کی۔ اس پر جماعت کی طرف سے افسوس کا اظہار کیا گیا اور اسے مولانا مودودی کے خلاف ان علمائے کرام کی ذاتی عناد کا نتیجہ

قرار دیا گیا۔ ماہنامہ ترجمان القرآن، لاہور، فروری ۱۹۶۵ء، ص ۱۴-۱۶۔

۲۵۔ یہ بات قابل توجہ ہے کہ متحدہ حزب اختلاف نے بھی فیملی لاز آرڈیننس کے ساتھ ساتھ تمام خلاف اسلام قوانین کو شریعت کے مطابق بنانے کا وعدہ کیا تھا۔ متحدہ حزب اختلاف، پاکستان کا صدارتی انتخاب، ۲ شخصیات نہیں ۲ نظریات، کراچی، ۱۹۶۴ء، ص ۸۔

۲۶۔ رضوان، لاہور، جنوری ۱۹۶۵ء، ص ۲۔

۲۷۔ پیر آف دیول شریف کے مطابق ۱۹۵۶ء کے لگ بھگ، ایوب خان ان کے ہاتھ پر بیعت ہوئے تھے اور پیر صاحب نے ایوب خان کو بشارت دی تھی کہ وہ آئندہ ملک کے صدر بنیں گے۔ ذاتی انٹرویو پیر آف دیول شریف، فیض آباد، راولپنڈی، ۲۹ مئی ۱۹۹۰ء

۲۸۔ M.Rafique Afzal, op.cit., p. 154.

۲۹۔ ضیائے حرم، لاہور، نومبر ۱۹۸۸ء، ص ۵۴۔

۳۰۔ مشرق، لاہور، ۲۷ نومبر ۱۹۶۴ء

۳۱۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ محترمہ فاطمہ جناح نے اکتوبر ۱۹۵۸ء کے مارشل لاء کا خیر مقدم کیا تھا۔

Mohammad Ayub Khan, op.cit. , p.233.

۳۲۔ روزنامہ نوائے وقت، لاہور، ۲۷ نومبر ۱۹۶۴ء

۳۳۔ مشرق، لاہور، ۲۷ نومبر ۱۹۶۴ء

۳۴۔ رضوان، لاہور، جنوری ۱۹۶۵ء، ص ۱۱۔

۳۵۔ نوائے وقت، لاہور، ۶ دسمبر ۱۹۶۴ء

۳۶۔ محمد نواز شاہد، تذکرہ شاہ ولایت، گجرات، ۱۹۸۰ء، ص ۱۵۱۔

۳۷۔ Mohammad Ayub Khan, op.cit., p.254.

باقی دو امیدواروں، کے۔ ایم۔ کمال نے 23. فیصد اور میاں بشیر احمد نے 08. فیصد ووٹ حاصل کیے۔

۳۸۔ رضوان، لاہور، فروری ۱۹۶۵ء، ص ۳۔

۳۹۔ ایضاً، فروری ۱۹۶۵ء، ص ۳۔

۴۰۔ ایضاً، فروری ۱۹۶۵ء، ص ۳۔